سوال

مسنون طریقہ طلاق

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس سے قبل کہ سائل کے سوالات کا مفصل جواب تحریر کیا جائے ہم دوبارہ طلاق کا صحیح طریقہ ایک بار پھر بیان کرتے ہیں :

اسلام کے طریقہ طلاق میں مسلم مرد کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ تین طلاقیں تین مرتبہ اس طریقے سے دے کہ حالتِ طہر جس میں اس نے مجامعت نہیں کی، میں ایک طلاق دے اور بیوی کو اسی حالت میں چھوڑ دے اور یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے ۔ اگر خاوند دورانِ عدت اسے رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے لیکن اگر وہ رجوع نہ کرے اور عدت ختم ہو جائے تو پھر وہ نئے نکاح کے ساتھ اس کو واپس لا سکتا ہے اور اگر شوہر ضرورت نہ سمجھے تو عورت کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرنے کی مجاز ہے اور اگر پہلی طلاق کے بعد شوہر نے اسے دوبارہ اپنی زوجیت میں لے لیا اور پھر دونوں کے درمیان تعلقات کشیدہ ہوگئے اور صلح صفائی کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی تو وہ بعد عدت کے اندر شوہر کو رجوع کا حق ہے اور عدت گزر جانے کے بعد اگر رکھنا چاہے تو تجدید نکاح ہوگا۔ لیکن اگر تیسری طلاق بھی دے دی تو پھر یہ عورت قطعی طور پر اس خاوند کے لئے حرام ہو جائے گی۔ اب رجوع کا حق ختم ہے۔ عورت عدت گزار کر کسی اور مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور یہ نکاح صحیح شرعی طریقے کے مطابق مستقل بسنے کی نیت سے ہوگا نہ کہ شوہر اوّل کے لئے حلال ہونے کی غرض سے۔ ۔ ۔ اب اگر اس کا یہ خاوند بھی فوت ہو گیا یا اس نے گھریلو ناچاقی کی بنا پر اسے طلاق دے دی تو یہ عورت اگر دوبارہ شوہر اوّل کی طرف لوٹنا چاہے تو عدت کے بعد اس کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے اور ایسا واقعہ ہزاروں میں سے شاید کوئی ایک آدھ ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کا ذکر سورۃ البقرۃ میں فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ...٢٢٩ ... البقرة

''طلاق (جس کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے) دو بار ہے۔ پھر دو طلاقوں کے بعد یا تو دستور کے موافق اپنی بیوی کو رہنے دے یا اچھی طرح سے رخصت کر دے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات کے بموجب ابتداء ہجرت میں جاہلی دستور کے مطابق مرد عورتوں کو کئی کئی بار طلاق دیتے اور عدت کے اندر رجوع کرتے رہتے تھے۔ مقصد بیوی کو تنگ کرنا ہوتا تھا اس صورتحال کو روکنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ رجعی طلاق (جس میں رجوع کی گنجائش ہو) زیادہ سے زیادہ دو مرتبہ ہے۔ اس کے بعد (امساک بمعروف) یعنی یا تو عدت کے اندر رجوع کرنا ہے اور یا (تسریح یا حسان) یعنی حسن سلوک کے ساتھ تیسری طلاق دینا ہے۔ یہ تفسیر مرفوعاً مروی ہے اور ابنِ جریر نے اسی کو ترجیح دی ہے اور بعض نے تو (او تسریح یا حسان) سے مراد لی ہے کہ دو طلاق کے بعد رجوع نہ کرے حتیٰ کہ عدت گزارنے کے بعد وہ عورت کو بخود اس سے الگ ہو جائے۔ (ابنِ جریر، ابنِ کثیر)

سائل مذکور لکھتا ہے کہ :

''یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب پہلی طلاق کے بعد تین حیض کی مدت ختم ہو جائے گی تو اب عورت آزاد ہوگی۔ وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ مرد کو رجوع کا حق اب ختم ہو گیا۔ ہاں البتہ دونوں عدت کے ختم ہونے کے بعد نئے سرے سے پھر ملنا چاہیں تو نیا نکاح کر کے مل سکتے ہیں لیکن اب دونوں فریقوں کی رضامندی ضروری ہے۔ صرف خاوند کی رضامندی سے نیا نکاح نہ ہو سکے گا۔''

اوپر والے پیراگراف کے حق میں آپ نے دلیل کے طور پر نہ کوئی قرآن کی آیت لکھی ہے اور نہ ہی کوئی حدیث مبارکہ اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے دور کا کوئی واقعہ درج کیا ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس سوال کا جواب قرآن مجید میں سورۃ البقرۃ کے اندر موجود ہے۔ ملاحظہ کیجئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ...۲۳۲ ...البقرة

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو، پھر ان کی عدت پوری ہو جائے تو ان کو (اگلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے مت روکو۔ اگر دستور کے موافق آپس میں رضامندی ہو جائے۔''(البقرۃ232)

اس آیت کریمہ سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ طلاق رجعی جو دو مرتبہ ہے، اس پیریڈ میں اگر عورت کی عدت مکمل ہو چکی ہو اور وہ مرد و عورت دوبارہ آپس میں رضامندی کے ساتھ بسنا چاہیں تو انہیں نکاح کرنے سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ اب اس آیت کریمہ کا شان نزول بھی ملاحظہ فرما لیں تاکہ آپ کی مزید تشفی ہو جائے:

((عن الحسن ان معقل بن یسار زوج اختہ رجلا فطلقھا تطلیقۃ فبانت منہ ثم جاء یخطبھا فقال واللہ لا أزوجکھا قال وکانت المرأۃ قد ھویت أن تراجعہ فأنزل اللہ عزوجل ---------------- الی آخر الآیۃ فقال نعم أزوجکھا))

''سیدنا حسن بصری سے مروی ہے کہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کا نکاح ایک آدمی کے ساتھ کیا۔ اس نے اسے ایک طلاق دے دی (عدت گزر گئی) تو معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن اس سے علیحدہ ہوگئی۔ پھر وہ پیغام نکاح لے کر آیا تو معقل نے انکار کیا اور کہا میں نے اپنی معزز بہن کا نکاح تجھے دیا تھا۔ تو نے اسے طلاق دے دی اب تو پھر پیغام نکاح لے کر آگیا ہے۔ اللہ کی قسم اب میں تجھے نکاح کر کے نہیں دوں گا اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن لوٹنا چاہتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی یہ آیت اتار دی: ''جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو ان کو اپنے (پہلے) خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے مت روکو۔''اس کے بعد معقل رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں تجھے نکاح کر دیتا ہوں۔'' (بخاری ۵۱۳۱، بیھقی ۱۳۸/۷، المعجم الکبیر للطبرانی ۴۶۷/۲۰، الجزء الثالث والعشرین من حدیث ابی الطاسر القاضی محمد بن احمد الزسلی ص ۲۹، رقم الحدیث ۶۵ واللفظ لہ)

مذکورہ بالا حدیث صحیح کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ جب عورت کو اس کا شوہر ایک طلاق دے دیتا ہے اور خاوند عدت کے اندر رجوع نہیں کرتا تو اختتام عدت کے بعد اگر وہ مرد اور عورت باہم رضامندی سے رہنا چاہتے ہوں تو تجدید نکاح سے دوبارہ اپنا گھر آباد کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دوسری مرتبہ کبھی زندگی میں تعلقات کی کشیدگی ہوگئی اور مرد نے اپنی منکوحہ کو طلاق دے دی تو پھر اسی طرح عدت کے اندر رجوع کا حق ہے اور اختتام عدت کے بعد نئے نکاح سے جمع ہو سکتے ہیں۔ یہ دو حق رجعی اللہ تعالیٰ نے (الطّلاق مرّتٰن) میں ذکر کئے ہیں پھر (فان طلّقھا فلا تحل لہ من بعد حتیٰ تنکح زوجا غیرہ) میں تیسری مرتبہ طلاق کے بعد یہ حق ختم کر دیا گیا ہے۔ مفسرین نے اس سے اس بات کی توضیح کی کہ اکھٹی تین طلاقیں دینے سے تینوں واقعی نہیں ہوتیں بلکہ ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ حنفی حضرات جو اکھٹی تین طلاقوں کو تین ہی نافذ کرتے ہیں اور پھر اگلی صورت میں جو حلالہ والی بتاتے ہیں، یہ قابل غور ہے اور مطلوب ہے۔

تین طلاقوں کے بعد۔۔۔

قرآن مجید نے تین طلاقیں (وقفہ بعد وقفہ) واقع ہونے کے بعد جو بتایا ہے کہ اب وہ عورت کسی دوسرے مرد سے جب تک نکاح نہ کرلے، وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہوتی۔ اس کی تفسیر تمام مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ جس طرح پہلے خاوند کے ساتھ مقصد نکاح کو مد نظر رکھتے ہوئے مستقل بسنے اور گھر کی آبادی کی نیت سے نکاح کیا تھا، اسی طرح دوسرے مرد سے بھی مستقل بسنے کی نیت سے نکاح ہو نہ کہ نکاح سے پہلے ہی یہ طے کرلیا جائے کہ ایک دوراتوں بعد اس خاوند نے مجھے طلاق دے دینی ہے۔

ہاں پھر وہ بھی اگر اپنی مرضی سے طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تو وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہو تو کر سکتی ہے۔ اس صورت کو حلالہ نہیں کہا جاسکتا۔ یہ اسی طرح نکاح صحیح کہلائے گا جس طرح پہلے خاوند کے ساتھ نکاح تھا۔ موجودہ حنفی حضرات آج کل اپنے دوسرے طریقے سے چشم پوشی کرتے ہوئے اسے حلالہ قرار دے رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لعن اللہ المحلل والمحلل لہ.))

''حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے، دونوں پر اللہ کی لعنت ہو''۔

(مسند احمد ۲/۳۲۳، بیہقی ۷/۲۰۸، نسائی ۶/۱۴۹، ترمذی ۱۱۲۰، دارمی ۲/۱۹۸، ابوداؤد ۲۰۷۶)

اسی طرح فرمایا حلالہ کرنے والا اُدھار مانگے ہوئے سانڈھ کی طرح ہے۔ (ابنِ ماجہ ۱۹۳۶، مستدرک حاکم ۲/۱۹۸، بیہقی ۷/۲۰۸)

اس مُحَلّل (حلالہ کرنے والے) کی تشریح ائمہ لغت اور شارحین حدیث رحمۃ اللہ علیہم کے حوالے سے ملاحظہ کیجئے اور اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ حلالہ کس آفت و مصیبت کا نام ہے۔ حدیث کی لغت کی معروف کتاب النھایہ فی غریب الحدیث والاثر ۱/۴۳۱ پر مرقوم ہے:

((ھو ان یطلق الرجل امرأتہ ثلاثا فیتزوجھا رجل آخر علی شریطۃ ان یطلقھا بعد وطئھا لتحل لزوجھا الأول))

''حلالہ یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے۔ پھر دوسرا آدمی اس عورت کے ساتھ اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اس کے ساتھ وطی کرنے کے بعد اسے طلاق دے دے تاکہ پہلے کے لئے حلال ہو جائے۔''

احناف کی فقہی اصطلاحات پر شائع شدہ کتاب القاموس الفقھی ص ۱۰۰ مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی میں مُحَلّل کی تعریف یہ لکھی ہے کہ:

((المحلل: من تزوج المطلقۃ ثلاثا لتحل للزوج الأول وفی الحدیث الشریف لعن اللہ المحلل والمحلل لہ.))

مُحَلّل سے مراد حلالہ کرنے والا وہ شخص ہے جو مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ اس لئے نکاح کرے تاکہ وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے اور حدیث شریف میں وارد ہے حلالہ کرنے والا اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے ان دونوں پر اللہ کی لعنت ہو۔''

یہی معنی لغت کی مشہور کتب القاموس المحیط ۳۷۱۳ اور المعجم الوسیط ص ۱۹۴ پر بھی موجود ہے۔

حلالہ کی تشریح احناف کے مشہور امام اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن حسن الشیبانی کی زبانی ملاحظہ کیجئے۔ محمد بن حسن شیبانی اپنی کتاب الاثار رقم ۸۷۸ پر مُحَلّل اور مُحَلّل لہ کی توضیح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"فالرجل یطلق امرأتہ ثلاثا فیسأل رجلا ان یتزوجھا لیحلھا لہ."

''محلل (حلالہ کرنے والا) اور محلل لہ (جس کے لئے حلالہ کیا جائے) کا بیان یہ ہے کہ ایک مرد اپنی عورت کو تین طلاقیں دے۔ پھر چاہے کہ اس کا کسی دوسرے مرد سے نکاح کر دے تاکہ وہ اس کو اس کے لئے حلال کر دے۔'' (ص ۳۷۹، مترجم ابوالفتح عزیزی، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی)

یہی معنی اور مفہوم شارح حدیث امام بغوی شرح السنہ ۹/۱۰۱، حافظ ابنِ حجر عسقلانی التلخیص الجبیر ۳/۱۷۱، امام ابنِ حزم المحلی، امام عبدالرحمن مبارکپوری تحفہ الاحوذی ۲/۱۸۵ اور علامہ معلّی یمانی سبل السلام میں تحریر فرماتے ہیں۔ طوالت کے خوف سے عبارات درج نہیں کر رہے۔ یہ ہے وہ حلالہ جسے فقہ حنفی میں مختلف حیلوں اور بہانوں سے روا رکھا گیا۔

کیا پہلے سے طلاق لینے کی فاسد شرط کے ساتھ نکاح جائز ہو سکتا ہے؟

حلالہ کے متعلق ۱۴ جنوری ۱۹۹۶ء کے جنگ اخبار میں ایک حنفی مولوی محمد صدیق ہزاروی کا مضمون شائع ہوا جس میں انہوں نے امام ابو حنیفہ کا موقف یہ لکھا ہے کہ:

''اختلاف کی صورت میں یہ ہے کہ اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ دوسرا خاوند اسے طلاق دے دے گا تو کیا یہ نکاح ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ شرط بے کار ہوگی یا نکاح ہی نہیں ہوگا۔ اب اگر یہ نکاح صحیح قرار پائے تو طلاق کے بعد عورت کا پہلے خاوند سے نکاح جائز ہوگا اور اگر یہ نکاح صحیح قرار نہیں پاتا تو عورت پہلے خاوند کے لئے بدستور حرام رہے گی۔ سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہوگا کیونکہ فاسد شرائط سے نکاح کے انعقاد میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

یہ عبارت من و عن ہم نے نقل کر دی ہے۔ اب اس کی وضاحت ملاحظہ کیجئے۔ مولوی صدیق ہزاروی نے اس عبارت میں یہ بات تسلیم کی ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلت (عورت کو حلال کروانے) کی شرط پر نکاح صحیح ہوگا اور یہی بات فقہ حنفی کی معتبر کتب کنزالدقائق ص ۱۲۶، مع فتح القدیر ۳۴/۴ ۳۵ اور دیگر کتب فقہ میں موجود ہے۔ یہ تو آپ نے پیچھے پڑھ لیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حلالہ کرنے والا اور کروانے والا ملعون ہیں اور حلالہ کرنے والا اُدھار سانڈ کی مانند ہے۔ یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نکاح حلالہ صحیح نہیں بلکہ نکاح فاسد ہے۔ صاحب سبل السلام راقم ہیں:

"الحدیث یدل علی تحریم التحلیل لانہ لایکون اللعن الا علی فاعل المحرم وکل محرم منہی عنہ والنہی یقتضی الفساد"

مذکورہ حدیث حلالہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ لعنت کا اطلاق فعل حرام کے مرتکب پر ہی ہوتا ہے اور ہر حرام چیز پر شریعت میں نہی وارد ہے اور نہی فساد کا تقاضا ہے۔''

لہٰذا جب حلالہ حرام اور منہی عنہ ہے، اس لئے یہ نکاح فاسد قرار پاتا ہے۔ یہی مفہوم دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح حلالہ نکاح فاسد ہے، زنا اور بدکاری ہے، نکاح صحیح نہیں ہے۔

سیرتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے

((جاء رجل الی ابن عمر رضی اللہ عنہ فسالہ عن رجل طلق امراتہ ثلاثا فتزوجہا اخ لہ عن غیر موامرۃ منہ لیحلہا لاخیہ ہل تحل للاول قال لاالانکاح رغبۃ کنا نعد ہذا سفاحا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.))

''ایک آدمی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ایک ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس (طلاق دینے والے آدمی) کے بھائی نے اس کے مشورے کے بغیر اس سے اس لئے نکاح کر لیا تاکہ وہ اس عورت کو اپنے بھائی کے لئے حلال کر دے۔ کیا یہ پہلے کے لئے حلال ہو سکتی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحیح نکاح کے بغیر یہ حلال نہیں ہو سکتی ہم اس طریقے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بدکاری (زنا) شمار کرتے تھے۔'' (مستدرک حاکم، ۲۸۰۶ ۲/۲۱۷ط، قدیم، ۲/۱۹۹، بیہقی ۷/۲۰۸، التلخیص الجبیر باب موانع النکاح ۳/۱۷۱، ۱۰۳۹۔ تحفہ الاحوذی ۲/۱۷۵۔ امام حاکم نے فرمایا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر ہے اور امام ذہبی نے تلخیص مستدرک میں امام حاکم کی موافقت کی ہے)۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

((واللہ لاأوتی بمحلل إلا رجمتہما))

''اللہ کی قسم میرے پاس حلالہ کرنے والا اور کروانے والا لایا گیا تو میں دونوں کو سنگسار کر دوں گا۔''

(مصنف عبدالرزاق ۲۶۵/۲، سن سعید بن منصور ۴۹/۲'۵۰ بیہقی ۲۰۸/۷) فتوے سے بھی ہوتی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے حلالے کی غرض سے نکاح کیا تھا تو انہوں نے ان دونوں کے درمیان جدائی کرادی اور فرمایا ''یہ عورت حلالہ کے ذریعے پہلے خاوند کی طرف نہیں لوٹ سکتی بلکہ ایسے نکاح کے ذریعے لوٹ سکتی ہے جو رغبت کے ساتھ ہو اور دھوکہ دہی کے علاوہ ہو۔'' (بیہقی ۲۰۹،۲۰۸/۷)

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ :

((لایزالان زانیین وإن مکثا عشرین سنۃ.))

''کہ حلالہ کرنے والا مرد و عورت اگرچہ بیس سال اکھٹے رہیں، وہ زنا ہی کرتے رہیں گے۔'' (مغنی ابنِ قدامہ ۵۱/۱۰)

مذکورہ بالا احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ نکاح حلالہ صحیح نہیں بلکہ نکاح فاسد، زنا اور بدکاری ہے۔ امام ابو حنیفہ سے منسوب یہ موقف کہ ''شرط فاسد ہے لیکن نکاح صحیح ہے اور زوج اوّل کے لئے حلال ہو سکتی ہے '' حدیث کے خلاف، غلط اور باطل ہے۔ اس کے لئے کوئی بھی شرعی دلیل موجود نہیں۔ امام ابو حنیفہ کے دونوں شاگردوں کا موقف بھی امام ابو حنیفہ کے خلاف ہے۔ صاحبین کے نزدیک حلالے والی عورت پہلے خاوند کی طرف نہیں لوٹ سکتی۔ مولوی صدیق ہزاروی نے امام ابو حنیفہ کا موقف صحیح ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل پیش کی ہے کہ :

''آیت کریمہ میں دوسرے کو مُحلّل قرار دیا گیا ہے۔ اب اگر اس کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور پھر طلاق کی صورت میں عورت پہلے خاوند کے لئے حلال قرار نہ پائے تو اس کو مُحلّل کہنے کا کوئی مقصد نہیں رہتا۔ یہ نکاح صحیح ہو گا، البتہ یہ لوگ گنہگار ہوں گے۔''

حقیقت یہ ہے کہ اندھی تقلید کی وجہ سے حنفی علماء جب حیلوں اور بہانوں کے دروازے کھولنے پر آتے ہیں تو پھر قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کا حلیہ بگاڑتے ہوئے خوف خدا کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی جس آیت کریمہ کی طرف مولوی صدیق ہزاروی نے یہ بات منسوب کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں دوسرے آدمی کو مُحلّلکھا ہے۔ اگر اس پر غور کریں تو اس صورت کا زیر بحث مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں اور اپنے مضمون میں کئی مفسرین کی تفسیروں کے حوالے سے یہ بات درج کی ہے، وہ اس صورت میں قطعاً مختلف ہے۔ قرآن مجید کی آیت میں اگر ان کے بقول بشرط تحلیل نکاح کو جائز رکھا گیا ہے تو میرے بھائیو کیا جائز کام کرنے پر لعنت مرتب ہوتی ہے اور انسان گنہگار ہوتا ہے جبکہ مولوی صاحب اقراری ہیں کہ نکاح صحیح ہے البتہ لوگ گنہگار ہوں گے۔

رہا حدیث میں اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دوسرے شخص کو مُحلّل قرار دیا تو یہ اس وجہ سے نہیں کہ اس کے س غلط فعل کرنے سے وہ عوت کو پہلے خاوند کے لئے حلال کر سکتا ہے بلکہ اس لئے مُحلّل کہا ہے کہ اس نے عورت کو پہلے خاوند کے لئے حلال کرنے کا قصد کیا ہے اور یہی وجہ ہے اسے مُحلّل کہنے کی۔ یہی معنی اوپر سیدنا عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیان کردہ احادیث میں ہے۔ اس بات کو سمجھانے کے لئے میں قرآن کریم پیش کرتا ہوں۔ غور کیجئے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

''مہینے کا آگے پیچھے کرنا کفر میں زیادتی ہے۔ کافر اس وجہ سے گمراہ ہوتے ہیں ایک سال تو اس مہینہ میں لڑنا حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اس میں لڑنا حرام کرتے ہیں۔'' (توبہ : ۳۷)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو (محلّون) اور (محرّمون) قرار دیا ہے تو کیا کفار کے یہ فعل کرنے سے واقعی حلت و حرمت ثابت ہوجاتی تھی یا کہ ان کے زعم باطل میں یہ حلال و حرام سمجھے جاتے تھے۔ جس طرح کفار کو حلال کرنے والے اور حرام کرنے والے کہنے سے کسی چیز کی حلت و حرمت ثابت نہیں ہوتی بلکہ کفر کا غلط مقصد و ارادہ ہی مراد ہوتا ہے، اسی طرح حلالہ کرنے والے کو مُحلّل کہہ دینے سے عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہوتی بلکہ اس بان پر اسے مُحلّل کہا کہ اس نے اسے حلال کرنے کا ارادہ قصد کیا ہے۔ یہی مفہوم ائمہ لغت اور شارحین حدیث نے بیان کیا ہے۔ النہایہ فی غریب الحدیث والاثرص ٤٣١١ پر ہے کہ :

"سمی محللا بقصدہ الی التحلیل کما یسمی مشتریا اذا قصد الشراء "

''اس کو مُحلّل اس لئے کہا گیا کہ اس نے حلال کرنے کا قصد کیا ہے جیسا کہ سودا خریدنے والے کا ارادہ کرنے والے کو مشتری کہا جاتا ہے۔''

یہی معنی امام بغوی نے شرح السنہ ۹/۱۰۱ پر لکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((ما آمن بالقرآن من استحل محارمہ))

''جس شخص نے قرآن مجید کی حرام کردہ اشیاء کو حلال گردانا، وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا۔'' (ترمذی باب فضائل قرآن)

اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی حرام کردہ اشیاء کو حلال کرنے والے کے لئے استحلّ کا لفظ استعمال کیا تو کیا اس کو مستحلّ کہہ دینے سے واقعی قرآن مجید کی حرام کردہ اشیاء حلال قرار پائیں گی۔

مندرجہ بالا توضیح سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کا بیان کیا گیا استدلال لفظ مُحلّل سے باطل ہے۔ حنفی حضرات نے حلالہ کو جائز رکھنے کے لئے طرح طرح کے حیلے اور بہانے بنا رکھے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے فقہ حنفی کی کتاب کبیر اور الکفایہ میں ہے :

"ولو خافت المرأۃ ان لا یطلقھا الزوج الثانی فالحیۃ ان تقول زوجت نفسی علی ان یکون امری بیدی کلما شئت فیقبل الرجل جاز النکاح وصار الأمر بیدھا .))

''تین طلاقوں کے بعد جب حلالہ کے لئے عورت کا نکاح کسی دوسرے مرد سے کر دیا جائے اور عورت کو یہ ڈر ہو کہ دوسرا خاوند اسے طلاق نہیں دے گا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ عورت کہے میں نے اپنے آپ کو تیرے نکاح میں اس شرط پر دیا کہ طلاق کا معاملہ میرے ہاتھ میں ہوگا، جب بھی میں چاہوں گی تو مرد اس بات کو قبول کر لے تو جائز ہے اور معاملہ عورت کے ہاتھ میں ہوگا۔''

مذکورہ بالا فقہی نکتہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حنفی حضرات کے ہاں جو مروجہ حلالہ ہے اسے یہ بالکل جائز سمجھتے ہیں اور اس بدکاری کو جاری رکھنے کے لئے طرح طرح کی تاویلیں ان کے ہاں فقہ حنفیہ میں موجود ہیں۔ حنفی حضرات کے ہاں تو حلالہ اگر اس غرض سے کیا جائے کہ حلالہ کرنے والا یہ قصد کر لے کہ یہ عورت میرے پہلے بھائی کے لئے حلال ہو جائے تو اس کی اس نیت پر اسے اجر ملے گا۔ ملاحظہ کیجئے فتح القدیر شرح ہدایہ ۴/۳۴، البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۴/۵۸، فتاویٰ شامی ۲/۵۴۰، چلپی حاشیہ شرح وقایہ ۲/۵۴۰ اردو دان حضرات ملاحظہ کریں نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ ۲/۴۹ اور تقریری ترمذی اردو محمد تقی عثمانی ۳/۳۹۹۔

حنفیوں کا حلالہ اور شیعوں کا متعہ

حلالہ اور متعہ تقریباً دونوں ایک ہی ہیں جیسا کہ امام بغوی نے شرح السنہ ١٠١٩ پر لکھا ہے اور قاضی ابویوسف جو فقہ حنفیہ کے سرتاج ہیں ان کے نزدیک حلالہ وقتی نکاح ہے اور فاسد ہے ملاحظہ کیجئے الجوہرۃ النیرہ شرح قدوری ١٢٩٢، فتح القدیر ٣٤٤، فتاویٰ شامی ٥٤٠٢ وغیرہ۔ فقہ جعفریہ کے نزدیک متعہ بڑی بابرکت چیز ہے اور اس کے بہت سے فضائل

ہیں جیساکہ شیعہ کی تفسیر منہج الصادقین اور برہان المتعہ میں مرقوم ہے کہ ایک بار متعہ کرنے والا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے درجہ پر، دوبار کرنے والا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے درجہ پر، تین بار متعہ کرنے والا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درجہ پر اور چار بار متعہ کرنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک پہلے بھائی کے لئے حلال کرنے کی غرض سے یہ کام کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر پائے گا۔ متعہ اور حلالہ دونوں صورتوں مین طے شدہ مدت کے لئے نام نہاد نکاح کیا جاتا ہے اور دونوں صورتوں میں بدکاری کو خوب فروغ ملتا ہے۔

''لعنت سے مراد رحمت ہے''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ایک اور جھوٹی تاویل

ان حضرات کے حیلے اور بہانوں کے لئے حلالہ کی تاویل فاسد پر مبنی یہ حوالہ بھی مد نظر رکھئے۔ حنفی فقہ کی مشہور کتاب کنزالدقائق کی شرح مستخلص الحقائق صفحہ ۱۲٦ پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث ((لعن اللہ المحلل والمحلل لہ)) ''حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہو''کی تاویل یہ لکھی ہے کہ ((وإن کان بشرط التحلیل فیحتمل أن أراد باللعن الرحمۃ۔)) اگر یہ حدیث بشرط تحلیل کے متعلق ہے تو اس میں اس معنی کا احتمال ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کا لفظ بول کر رحمت مراد لی ہو۔ حنفی حضرات کی اس دیدہ دلیری پر غور کیجئے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کو رحمت میں بدل دیا یعنی حلالہ کرنے والا اور کروانے والا دونوں رحمت کے مستحق ہیں۔ اس منطق کو مان لیا جائے تو پھر اور بھی بہت سے چور دروازے کھل سکتے ہیں۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے :

((لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاہدوقال ہم سواء))(مسلم1598)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود لکھنے والے اور اس کے گواہ بننے والوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا یہ سارے برابر ہیں۔''

سود خور حضرات کہہ سکتے ہیں کہ فقہ حنفی ہمیں سود کھانے کی اجازت دیتی ہے۔ ممکن ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ لعنت کا استعمال کیا ہو اور مراد رحمت لی ہو۔ اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہے :

((لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر عشرۃ عاصرہا ومعتبرہا وشاربہا وحاملہا والمحمولۃ الیہا وساقیہا وبائعہا والمشتری لہا والمشتری لہ))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے بارے مٰں دس افراد پر لعنت کی ہے نچوڑنے والا، نچڑوانے والا پینے والال، اس کو اٹھانے والا، جس کی طرف اسے اٹھایا جائے، شراب پلانے والا، بیچنے والا، اس کو خریدنے والا جس کے لئے اس کو خریدا جائے۔''(ترمذی)

شرابی حضرات کے لئے نادر موقع ہے کہ کہہ دیں، ممکن ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ لعنت ہی استعمال کیا ہو۔ مراد رحمت لی ہو اسی طرح دیگر امور ملعونہ کے بارے میں بھی اس طرح کے احتمالات پیدا کر کے جواز کی گنجائش نکالنے والے نکال سکتے ہیں۔ فقہ حنفیہ میں اس طرح کے بے شمار حیلے موجود ہیں جو مختلف امور محرمہ سرانجام دینے کے لئے بڑے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔انکے متعلق کسی دوسرے موقع پر گفتگو کریں گے انشاء اللہ۔

آخر میں صرف اتنی عرض ہے کہ حنفی علماء کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہ ہونے کے باوجود صرف اس لئے ایک حرام چیز کو بھی تاویلیں کر کے حلال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کیونکہ یہ ان کی اندھی تقلید کا تقاضا ہے۔ مقلدوں نے اپنے اپنے اماموں کے ناموں پر فرقے کھڑے کر دیئے اور پھر اپنے امام کی ہر بات کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے کہ ان کی ہر بات کو صحیح سمجھا جائے۔ یہ مقام امتیوں کو دینے کا نتیجہ ہے کہ آج ہم خرافات میں ڈوب گئے ہیں اور انہی خرافات کی وجہ سے دشمنان اسلام کو مسلمانوں پر طعن کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سڑف کتاب وسنت کے راستے پر چلائے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ج1

محدث فتویٰ